AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 2 Issue 2 (Jan-Mar 2025)

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی ادبی خدمات اور اثرات

The Literary Contributions and Influences of the Dar al-Tarjumah of Osmania University

Mushtaq Ahmad
Chief Editor, Monthly Dareecha e Qiyas Lahore

Tasleem Akhtar
M.Phil Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur

Asifa Rasheed
MPhil Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur

Abstract

Dar al-Tarjuma, Osmania University, stands as a landmark institution in the development and advancement of the Urdu language, especially in the domain of publication. Established on 26 April 1917 under the directive of Mir Osman Ali Khan, Asaf Jah VII, it emerged at a time when the region lacked a university, making the creation of an educational and intellectual centre a vital necessity. With the founding of Dar al-Tarjuma, a significant transformation took place in the fields of research, editing, compilation, and translation. Its primary objective was to render the finest works of Western scholarship into Urdu, thereby broadening the linguistic and intellectual horizons of the language and elevating it to the medium of higher education. The institution played a central role in preparing curricula for Intermediate and undergraduate levels. Owing to its efforts, Persian was gradually replaced by Urdu as the language of instruction. Since its mission did not challenge the status of English, British authorities did not oppose its activities. Maulvi Abdul Haq served as its first head, initially supervising the institution by travelling from Aurangabad to Hyderabad. After he stepped down, Maulvi Inayatullah Dehlavi assumed leadership. Overall, Dar al-Tarjuma proved to be a pioneering force in promoting translation and enriching Urdu through the adaptation of foreign literary and scholarly works.

Keywords: Darul Tarjuma, Translaton , Cilation, Urdu language

اردو تحقیق کی ترقی و ترویج میں جہاں محققین کی خدمات بے حد اہم ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگیوں کو اس کے لیے وقف کر دیا، وہاں اردو کے بہت سے ترقیاتی اداروں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ ادارے اردو کی ترقی و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اردو کو برصغیر کی ایک بڑی زبان کے طور پر اجاگر کرنے میں بھی بڑے معاون ثابت ہوئے۔ ان اداروں مین دارالترجمہ عثمانیہ سرفہرست ہے۔ آصف جاہی خاندان کے آخری حکمراں میر عثمان علی خاں آصف سابع کے دور میں ریاست حیدر آباد نے زبردست ترقی کی۔ اس عہد میں تمام شعبہ ہائے حیات میں ترقی کی رفتار دیگر آصف جاہوں کے ادوار کی بہ نسبت بہت تیز تھی۔ یوں تو آصف سابع نے زندگی کے ہر شعبہ کو ترقی دینے کی کوشش کی لیکن تعلیم کے فروغ اور اشاعت میں انھوں نے غیر معمولی دلچسپی لی۔ ان کی توجہ سے ریاست کے مدارس اور کالجوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ چوں کہ ریاست میں کوئی جامعہ موجود نہیں تھی اس لیے یہاں کے طلبا کو اعلیٰ تعلیم کے لیے دوسری جامعات کا رخ کرنا پڑتا تھا۔ اس کمی اور ضرورت کو جامعہ عثمانیہ کے قیام کے ذریعہ پورا کیا گیا۔ میر عثمان علی خاں آصف سابع نے مورخہ ۲۶– اپریل ۱۹۱۷ء کو اپنے فرمان سے جامعہ عثمانیہ کے قیام کا حکم صادر کیا۔ اسی فرمان کے ذریعہ اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا گیا۔ جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ کے قیام کی وجہ سے ریاست میں نہ صرف ایک تعلیمی انقلاب رونما ہوا بلکہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی انقلاب آیا۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے قیام کے ساتھ ہی اردو میں خاطر خواہ ذخیرۂ کتب کی فراہمی کے لیے دارالتالیف و ترجمہ قائم ہوا۔ نظام دکن نواب میر عثمان علی خاں کے ۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء کے فرمان میں واضح کہا گیا کہ " ایک شعبہ تالیف و تراجم قائم کیا جائے، جو مغربی زبانوں سے اعلیٰ درجے کی تصانیف کا ترجمہ کرے اور ضروری مباحث پر عمدہ تالیفات کا انتظام کرے۔"

نواب میر عثمان علی خاں نے نظر جامعہ کے قیام کی منظور عطا کرتے ہوئے دو ہی دن میں یعنی ۲۶ – اپریل ۱۹۱۷ء کو فرمان جاری کیا۔

"اس یونیورسٹی کا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو قرار دی جائے اور انگریزی

> **زبان کی تعلیم بھی بہ حیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم پر لازم گردانی جائے۔ لہٰذا میں خوشی کے ساتھ**
> **اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکور اصول محولہ عرضداشت کے موافق،**
> **ممالک محروسہ کے لیے حیدر آباد میں یونی ورسٹی قائم کرنے کی کارروائی شروع کی جائے اس یونی ورسٹی**
> **کا نام عثمانیہ یونی ورسٹی حیدر آباد ہو گا۔"** (۱)

نواب میر عثمان علی خاں کی اجازت حاصل ہو جانے کے بعد سر اکبر حیدری نے برطانیہ اور ہندوستان کے نامور ماہرین تعلیم کو مجوزہ یونیورسٹی کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور ان کا مشورہ طلب کیا۔ ان کی اکثریت نے کامل اعتماد کے ساتھ اردو ذریعہ تعلیم کی مجوزہ جامعہ سے نیک توقعات وابستہ کیں۔ بعض نے اس عظیم تجربہ کی صورت گری اور نتائج سے دلچسپی کا اظہار کیا جب کہ دو ایک حضرات کا خیال تھا کہ بحیثیت ذریعہ تعلیم انگریزی سے انحراف اعلیٰ تعلیم کے لیے نقصان دہ ہو گا۔ آصف جاہوں نے اپنی ریاست میں علم کی روشنی پھیلانے اور عوام کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے۔ اس سلسلے میں علما کو یہاں اکٹھا کیا گیا اور درس گاہیں قائم کی گئی۔ آصف جاہی دور کے آغاز ہی سے اورنگ آباد اور حیدر آباد کو بڑے علمی مراکز کی حیثیت حاصل۔ یہاں عالموں اور باکمالوں کی بڑی تعداد موجود رہا کرتی تھی جن کی آصف جاہوں کی جانب سے قدر افزائی کی جاتی تھی۔ ابتدائی زمانے میں مسجدوں اور خانقاہوں میں درس گاہیں قائم تھیں۔ ایسی درس گاہیں ریاست میں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ ان درس گاہوں کے لیے وقف موجود تھے۔ بعض علماء نے علم کی ترویج واشاعت کی غرض سے ذاتی طور پر درس گاہیں قائم کی تھیں اور بعض امراء خانگی درس گاہوں کی سرپرستی اور مدد کیا کرتے تھے۔ ان درسگاہوں کے علاوہ چند سرکاری مدرسے بھی تھے جن کے اخراجات حکومت کی جانب سے ادا کیے جاتے۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے فیصلہ کو عملی روپ دینے کے لیے اردو میں کتابوں کی فراہمی کو اولیت دی گئی۔ سر اکبر حیدری نے ۲۴ شوال ۱۳۳۴ھ ۱۳-اگست ۱۹۱۳ء کو آصف سابع کی خدمت میں ایک عرض داشت پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ "ہر فن و علم کی کتب نصاب تعلیم جو یونی ورسٹی کے مختلف مدارج اور امتحانات کے لیے مقرر کی جائیں گی، ان کا اردو زبان میں ہونا نہایت ضرورت ہے جب تک نہ ہوں گی تعلیم یونی ورسٹی کا آغاز دشوار ہے۔"

جامعہ عثمانیہ کے مختلف درجوں میٹریکولیشن، انٹر میڈیٹ اور بی اے کے لیے نصاب تربیت دیا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں دار العلوم اور فوقانی مدارس میں میٹریکولیشن کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا اور شعبہ تالیف و ترجمہ میں سب سے پہلے ایف اے کے لیے کتابیں تیار ہونے لگیں۔ یونی ورسٹی کے نصاب پر مشاہرین تعلیم کی آرا حاصل کی گئیں۔ ۱۰-اگست ۱۹۱۸ء کو اکبر حیدری نے جامعہ عثمانیہ کے دستور العمل کی منظوری کے لیے عرضداشت پیش کی جس پر کسی قدر جرح کے بعد مجلس وضع قوانین کی منظوری کی بجائے منشور خسروی (رائل چارٹر) جاری کیا گیا۔ جس سے جامعہ کے مرتبہ میں اضافہ ہوا۔ اگست ۱۹۱۸ء میں پہلا میٹریکولیشن امتحان منعقد ہوا۔ ۵۲۳ طلبا نے شرکت کی اور ۹۲ طلبا نے کامیابی حاصل کی۔ میٹریکولیشن کا نتیجہ برآمد ہونے سے پہلے ناظم تعلیمات سید راس مسعود نے اکبر حیدری کے مشورے سے عثمانیہ یونیورسٹی انٹر میڈیٹ کلاس کے آغاز کی اسکیم تیار کر لی۔ انگریزی سے واقف اور اردو میں لیکچر دینے کی صلاحیت رکھنے والے لائق اساتذہ کا کل ہند سطح پر انتخاب اور پر کشش تنخواہوں پر تقرر کا فرماں روائے وقت کو مشورہ دیا گیا۔ پہلے مرحلہ میں ایک پرنسپل اور ۱۸ اساتذہ کی جائیدادوں کیلیے منظوری حاصل کی گئی۔ اس کے علاوہ دار العلوم کے اساتذہ کو جامعہ کے شعبہ دینیات میں منتقل کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ ۲۸-اگست ۱۹۱۹ء کو عثمانیہ یونیورسٹی کالج کا افتتاح ہوا۔ دوسری تمام وجوہات کے علاوہ نصاب میں انگریزی کی لازمی شمولیت جامعہ عثمانیہ کی ترقی اور اردو ذریعۂ تعلیم کے تجربہ کی کامیابی کی ضمانت ثابت ہوئی۔ حیدر آباد میں اردو نے فارسی کی جگہ لی تھی اور اس مقام کے حاصل کرنے میں انگریزی سے اردو کا کوئی راست جھگڑا نہ تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے مقصد علوم جدیدہ کی تعلیم تھا جو کسی ترقی یافتہ زبان کے ذریعہ سے ہی ممکن تھی۔ اس وقت کے ماحول میں انگریزی ہی ایک ترقی یافتہ زبان تھی اور اردو کو ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کرنے کے لیے انگریزی سے استفادہ ضروری تھا۔ چناں چہ نہایت دور اندیشی و دانش مندی کے ساتھ اردو کو انگریزی کی حریف نہیں بلکہ حلیف بنا دیا گیا تاکہ طلبأ انگریزی پر عبور حاصل کر کے علوم جدیدہ کے وسیع سرمایہ سے بہرہ مند ہو سکیں۔ یہ فیصلہ ایک طرح سے انگریزوں کی بھی خوشنودی کا باعث تھا۔ چناں چہ انگریزی کا یہ لزوم جامعہ عثمانہ کی ترقی میں تعلیمی، انتظامی اور سیاسی ہر اعتبار سے بے حد مبارک قدم ثابت ہوا۔

دار الترجمہ میں مغربی زبانوں کے ساتھ عربی اور فارسی کتب کی تالیف و تراجم کا بھی انتظام کیا گیا۔ مولوی عبد الحق اس کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب اُن دنوں اپنی ملازمت کے سلسلے میں اورنگ آباد میں مقیم تھے، اس لیے وہ ہر مہینے کچھ دنوں کے لیے کام کی نگرانی کے سلسلے میں حیدر آباد تشریف لاتے۔ مولوی صاحب نے معذوری کا اظہار کیا تو مولوی عنایت اللہ دہلوی اس خدمت پر مامور ہوئے اور میڈیکل کالج، حیدر آباد کے صدر ڈاکٹر فرحت علی ان کے نائب مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، سابق وائس چانسلر، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن کے مطابق اس کام کے لیے جن علما کو نامزد کیا گیا، ان کے نام اور مضامین کی تفصیل یوں ہے:

قاضی محمد حسین	ریاضی
چودھری برکت علی	کیمیا
جناب الیاس برنی	معاشیات
قاضی تلمیذ حسین	تاریخ سیاسیات و قانون
مولانا ظفر علی خان	تاریخ

مولانا عبدالماجد دریا آبادی	نفسیات، تاریخ
مولانا عبدالحلیم شرر	تاریخ
علامہ عبداللہ العمادی	فلسفہ
سید علی رضا	قانون، انجینئر نگ، تاریخ
خلیفہ عبدالحکیم	فلسفہ، تاریخ

مرزا حامد بیگ کے مطابق دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے جملہ تراجم نصابی کتب کیے، جو بالترتیب انٹر میڈیٹ (اجرا: ۱۹۱۹ء)، بی۔ اے (اجرا: ۱۹۲۱ء) اور ایم۔ اے، ایم۔ ایس سی (اجرا: ۱۹۲۳ء) کی کلاسوں کے لیے تیار کی گئیں۔ مجید بیدار کے مطابق ۱۹۵۰ء تک شعبہ تالیف و ترجمہ نے ۱۳۰ مترجم بھرتی کیے اور اس مدت میں کل وقتی اور جز وقتی مترجمین نے ۴۰۰ کتابوں کے ترجمے مکمل کیے۔ تاہم مرزا حامد بیگ کے مطابق یہ تعداد متحقق نہیں، بلکہ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد ۶۰۰ تک پہنچتی ہے۔

دارالترجمہ کے حوالے سے ندیم (۲) رضی الدین صدیقی کے تجربات نقل کرتے ہیں:-

> "جب میں اور میرے بعض ساتھی تعلیم مکمل کر کے جامعہ میں بہ حیثیت استاد مقرر ہوئے تو میں نے محسوس کیا کہ صرف ترجمے ہی پر اکتفا کرنے سے تصنیف و تالیف کے بانیوں کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا، اس لیے ضرورت ہے کہ شعبے کی سرکردگی میں کچھ درسی کتابیں تالیف بھی کی جائیں۔ میں نے جامعہ کے ارباب اختیار کو راضی کر لیا کہ مجھے اور میرے معزز اساتذہ پروفیسر قاضی محمد حسین اور پروفیسر کشن چند کو باہمی اشتراک سے دو کتابیں لکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان میں ایک محدود کا ہندسہ اور دوسری احصا (Calculus) پر تھی۔ یہ کتابیں ۱۹۳۳۔۳۴ میں لکھی گئیں اور ۱۹۳۴ء میں شعبہ تالیف و ترجمہ نے انھیں شائع کیا۔ سال یا دو سال بعد میں نے قدریہ میکانیات پر ایک کتاب لکھی، جو جامعہ کی طرف سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ ارباب اختیار نے شعبہ تالیف و ترجمہ کے قیام کے وقت ہی شعبے میں ایک ناظر مذہبی کی ضرورت کو محسوس کر لیا تھا جو ترجمہ شدہ کتابوں کی طباعت سے پہلے ان کی اس نظر سے تنقیح کر لیں کہ کتاب میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جائے، جو لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی ہو۔ مولوی صفی الدین صاحب (جو حیدر آباد ایجوکیشن کانفرنس کے معتمد مولوی سید مرتضیٰ صاحب کے سسر تھے) پہلے ناظر مذہبی مقرر ہوئے، مگر مولوی صاحب نے بہت قلیل عرصے تک کام کیا اور ان کی سبک دوشی کے بعد علامہ عبداللہ العمادی ناظر مذہبی مقرر ہوئے اور طویل عرصے تک کار گزار رہے۔ شعبہ تالیف و ترجمہ کے ساتھ ایک ناظر ادبی بھی ہوتا، جس کا کام ترجمے یا وضع کردہ اصطلاح کے ادبی اور لسانی نقائص کی جانچ پڑتال ہوتا تھا۔ مولانا علی حیدر نظم طباطبائی (حیدر یار جنگ) پہلے ناظر ادبی تھے۔ ان کے بعد جوش ملیح آبادی اس خدمت پر مامور ہوئے، مگر شعبہ میں مولوی عبدالحق اور پروفیسر وحیدالدین سلیم کی موجودگی، ترجمے کی ادبی خوبیوں کی بہ ذات خود ایک ضمانت تھی اور ناظر ادبی کی ذمہ داریاں بہت کم رہ گئی تھیں۔"

برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کے بعد حیدر آباد کی سلطنت چاروں طرف سے بھارت کے گھیرے میں آ گئی۔ قائد اعظم کی رحلت کے فوراً بعد ہندوستان نے ریاست پر چڑھائی کر دی اور یوں سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ سقوط حیدر آباد کے المیے کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑا المیہ رونما ہوا کہ ایک سازش کے تحت دارالترجمہ کو آگ لگا دی گئی۔ اس آتش زدگی سے کتب کا بڑا حصہ خاکستر ہو گیا، جو کتب بچ گئیں وہ ردی کے نذر ہو گئیں، جو کتب اب بھی بھارت کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں ان کے موضوعات اور تعداد درج ذیل ہے۔

تاریخ یورپ	۱۳
منطق	۴
تاریخ انگلستان	۷
مابعد الطبعیات	۳
تاریخ یونان	۸
نفسیات	۱۲
تاریخ روما	۸
اخلاقیات	۱۱
تاریخ اسلام	۱۸
جغرافیہ	۵
قانون	۱۱
ریاضیات	۲۷
سیاسیات	۱۳
طبیعیات	۲۱
دستور انگلستان	۴
علم کیمیا	۱۷
معاشیات	۱۳
علم حیاتیات	۶
عمرانیات	۶
طب	۲۸
فلسفہ	۱۶
انجینئر نگ	۳۹
تاریخ ہند	۲۹

دارالترجمہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جامعہ عثمانیہ کی کمیٹیاں اپنی اپنی ضرورت کی کتابوں کا انگریزی کتب سے انتخاب کرتیں اور مجلس اعلیٰ کی منظوری کے بعد اپنی تحریک دارالترجمہ کو بھجوا دیتیں۔ دارالترجمہ سے ان کتب کا ترجمہ ہو جاتا تو اس شعبہ سے متعلق ماہرین فن نظر ثانی کا فریضہ ادا کرتے اور مجلس اعلیٰ میں عمومی بحث کے بعد ترجمہ طباعت کے مراحل سے گزرتا تھا۔ ترجمہ کے دوران میں مترجمین ایسے الفاظ اور اصطلاحات کی فہرستیں متعلقہ مجالس وضع اصطلاحات میں بھجواتے رہتے، جن کے مترادفات اردو میں نہیں ملتے۔ متعلقہ مجالس وضع اصطلاحات کا کام علمی اور فنی اصطلاحات وضع کرنا تھا۔ وضع اصطلاحات سے متعلق مجالس کے اراکین دو طرح کے تھے:

ا۔ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کامل عبور رکھنے والے

۲۔ متعلقہ مضمون پر کامل دست گاہ کے حامل افراد

مختلف مضامین پر دست گاہ کے حامل افراد عموماً باہر سے بلوائے جاتے تھے، جب کہ مجالس وضع اصطلاحات میں زبان کے ماہرین کے طور پر نواب حیدر (یار جنگ)، علامہ عبداللہ العمادی، محی الدین قادری زور، عبدالحق، مرزا ہادی رسوا، مولوی عبدالباری ندوی، وحید الدین سلیم اور حکیم شمس اللہ قادری باقاعدہ دارالترجمہ سے منسلک تھے۔ ان کے خیال میں دارالترجمہ کے شائع کردہ تراجم کا قدیم دور کے تراجم سے تقابلی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے ماہرین مضامین اور ماہرین لسانیات کی سائنٹفک بنیادوں پر مشترکہ محنت نے اردو الفاظ کے مفاہیم کے تعین اور وضع اصطلاحات پہلی بار ضابطہ اور مستقل بنانے کا جتن کیا۔ ۱۳-اگست ۱۹۱۷ کو سر اکبر حیدری نے دارالترجمہ کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ایک درخواست نظام حیدر آباد کو پیش کرتے ہیں جس کو مجیب السلام (۳) اس طرح پیش کرتے ہیں۔

> **"باتباع فرمانِ مبارک نصابِ تعلیم یونی ورسٹی و دیگر امور متعلقہ کے بارے میں کام جاری ہے لیکن جو چیز سب سے مقدم اور ضروری ہے۔ اور جس پر یونی ورسٹی اور اس کی تعلیم کا مدار ہے وہ شعبہ تالیف و ترجمہ ہے---------۔ یہاں مختصر اس قدر گذارش کر دینا مناسب ہے کہ ہر فن و علوم کی کتب جو یونی ورسٹی کے مختلف مدارج اور امتحانات کے لیے مقرر کی جائیں ان کا اردو زبان میں ہونا ضروری ہے۔"**

چوں کہ اردو میں اصطلاحات وضع کرنے کی یہ اولین کوشش تھی، اس لیے اس بات کا امکان تھا کہ لوگ اس سلسلے میں ناک بھول چڑھائیں گے۔ اردو دان طبقے میں کسی نئی بات کے سننے یا اس کے رواج دینے کے معاملے میں کسی لچک کی توقع کم تھی، خصوصاً بعض اجنبی اور نامانوس اصطلاحات کے سلسلے میں سخت مزاحمت کا خدشہ تھا، اس لیے اس بات پر پہلے ہی غور کر لیا گیا کہ متوقع مخالفت کو خاطر میں نہ لایا جائے اور اصطلاحات سازی کے عمل کو انتہائی احتیاط سے آگے بڑھایا جائے۔ اس سلسلے میں ترکیب و اشتیاق کے مروجہ اصولوں کی پابندی پر زور دیا گیا۔ اس کے باوجود اگر اصطلاحات میں کسی غرابت یا اجنبیت کا احساس ہو تو ایسا ممکن ہے، خصوصاً ایسے ملک میں جس سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو، جہاں کے لوگ نئی چیزوں کے بنانے یا دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں۔

اس حوالے ندیم (۴) حامد بیگ کا بیان پیش کرتے ہیں:-

> **"وضع اصطلاحات کی صحت اور سقم کا معاملہ ہمیشہ سے آنے والے عہد سے متعلق رہا ہے۔ دارالترجمہ کی مطبوعات میں اسلوب بیان کی اجنبیت ایک حد تک ضرور دیکھنے میں آئی، لیکن یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ دارالترجمہ کا قیام اردو کو نئے علوم و فنون سے روشناس کرانے کی اولین باقاعدہ اور مستقل کوشش تھی۔ دارالترجمہ نے علوم جدید کا متعدبہ ذخیرہ اردو میں منتقل کر دیا اور علمی خیالات کے اظہار کے لیے گنجائش پیدا کر دی۔"**

دارالترجمہ میں وضع کردہ اصطلاحات پر نظر ثانی اور غور کا سلسلہ جاری رہتا اور تجربے کی روشنی میں انھیں سہل بنانے کا کام بھی ہوتا رہتا تھا۔ ابتدا میں کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا بھی ترجمہ کرنے کا رجحان پایا جاتا تھا، چناں چہ ابتدا میں چودھری برکت علی صاحب نے اس قسم کی اصطلاحیں بھی استعمال کیں، جیسے ہائیڈروجن کے لیے مائین، آکسیجن کے لیے حمصین، نائٹروجن کے لیے ترشین۔ جامعہ کے پہلے انٹر میڈیٹ امتحان میں شریک طلبا کو ایسی اصطلاحیں حفظ کرنی پڑیں، مگر ایسی اصطلاحیں رائج اور مقبول نہ ہو سکیں۔

۱۱-فروری اور ۹-مارچ کو وضع اصطلاحات کی مجلس کے دو اجلاس ہوئے۔ نواب عماد الملک (سید حسین بلگرامی) ان کے صدر تھے۔ ان اجلاسوں میں اس قسم کی اصطلاحوں کے مسلے پر تفصیلی مباحث ہوئے اور طے پایا کہ صرف انھی الفاظ کا ترجمہ کیا جائے جو تعاملات (Processes) اور عام استعمال میں آنے والے مادوں، جیسے لوہا، چاندی وغیرہ کے نام ہوں اور کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا ترجمہ نہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں قطعی فیصلہ تکنیکی اصطلاحات کی مجلس کے اجلاس منعقدہ ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ امیر جامعہ سر علی امام اس اجلاس کے صدر تھے اور سر اکبر حیدری، سر آر گلینی، عبدالرحمن خان اور دیگر حضرات اس میں شریک تھے۔ اس طریقہ کار سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ سائنسی اصطلاحات کے ترجمے کے سلسلے میں جامعہ عثمانیہ کا رویہ شدت پسندانہ کبھی نہ رہا اور ہمیشہ

CC BY

زبان کو سہل بنانے اور اسے ترقی دینے کی طرف توجہ رہی۔ وضع اصطلاحات کا کام بڑا ہی تفصیلی اور طویل ہوتا تھا۔ ہر اصطلاح پر مفصل بحث ہوتی، جس میں نہ صرف وضع کردہ اصطلاح کی تکنیکی خوبیوں اور خصوصیات پر غور کیا جاتا، بلکہ متعلقہ انگریزی اصطلاح کی یونانی یا لاطینی اصل اور اس کے ہم معنی عربی، فارسی یا سنسکرت اصل پر بحث ہوتی۔ یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ آیا یہ اصطلاح عربی، فارسی یا دیگر زبانوں کے علما اپنی تحریروں میں اس طرح اور انھی معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی کہ کیا اردو میں بھی اس کو اسی صورت میں اختیار کر لیا جائے یا اس میں مناسب تبدیلی ضروری ہے اور پھر یہ بھی کہ یہ اصطلاح اردو زبان کے مزاج سے مطابق بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ ایک اور اہم بات جو زیر بحث آتی، وہ یہ ہوتی کہ منتخب اصطلاح مختلف ترکیبوں، مشتقات اور جمع یا واحد کی شکل میں بھی بہ آسانی ڈھالی جاسکتی ہے یا نہیں۔

مجید(۵) اس حوالے رقم طراز ہیں۔

> **“ سائنسی ترقی اور اس سے وابستہ تمام علوم کو اردو دانوں میں ترویج کے لیے جدوجہد ایک ایسا منفرد کارنامہ ہے۔ جس کی جانب سارے ہندوستان کی ادبی تحریکوں میں سب سے پہلے دارالترجمہ حیدر آباد نے توجہ دی۔ اور ایسے علمی وفنی کارنامے انجام دیے کہ جن کی تکمیل کے لیے شاہد صدیوں کی تگ ودو کو داخل ہے۔”**

ان تفصیلات کے پیش نظر یہ بات چنداں تعجب خیز نہیں کہ ایک ایک اصطلاح کے بنانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ وضع اصطلاحات کا یہ کام ۱۹۱۷ء سے ۱۹۵۰ء یعنی قریباً ایک تہائی صدی تک جاری رہا۔ دارالترجمہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والا اولین ترجمہ عبدالماجد دریا آبادی کا تھا۔ یہ ترجمہ، منطق (استخراجی واستقرائی) کے نام سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ ماجد کے اس ترجمے کے بارے میں فراقی(۶) لکھتے ہیں

> **“بلحضوص تراجم کے باب میں ایک درجے میں ماجد کی منطق (استخراجی واستقرائی) کا نام بھی لیا جاسکتا ہے، ایک درجے میں اس لیے کہ ماجد کی یہ کتاب نہ تو خالص ترجمے کے ذیل میں رکھی جا سکتی ہے اور نہ تالیف کے ذیل میں۔ اس کا پہلا حصہ یعنی منطق استخراجی، پروفیسر P.K.Ray کی مشہور زمانہ The Text Book of Deductive Logic کا کس قدر مختص ترجمہ (بہ حذف واضافہ قلیل) ہے جب کہ اس کا دوسرا حصہ منطق استقرائی سے متعلق ہے، مولوی محمد حسین کی مشہور تالیف رسالہ منطق استقرائی (۱۸۸۲ء) کا کم بیش چربہ ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ماجد کی علمی کاوشوں میں ان کی منطق (استخراجی واستقرائی) کا پایہ سب سے نیچے ہے اور ہم یہ کہہ کہ شاید کسی ناانصافی کا ارتکاب نہیں کر رہے کہ اس کتاب کا ماجد سے انتساب ان کے لیے کسی طرح بھی باعث فخر نہیں۔”**

پھر ایک وقت آیا کہ اس عظیم ارادے کو ختم کرنے کے احکامات صادر کر دیئے گئے۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے خاتمے کو آندھرا پردیش کے وزیر مالیات (بی۔ مہندر ناتھ) نے ایک لسانی المیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ دارالترجمہ کی برخاستگی کا فیصلہ سابق وزیر اعلیٰ، جیرام کرشن راؤ کے دور میں کیا گیا، جو خود اردو کے ساتھ فارسی، عربی زبان کے ماہر بھی تھے۔

سنہ ۱۹۴۸ء کے آغاز سے ہی ریاست کے غیر یقینی سیاسی حالات کا پرتو جامعہ عثمانیہ پر پڑنے لگا اور جامعہ کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ وائس چانسلر ڈاکٹر ولی محمد بھی انگلستان چلے گئے۔ ایسے حالات میں ۲۱-جون ۱۹۴۸ء کو ڈاکٹر رضی الدین صدیقی وائس چانسلر بنائے گے۔ ابھی یہ کچھ منصوبے بنا رہے تھے کہ ۱۳- ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء کو حیدر آباد کے ہندوستان میں انضمام کے لیے فوجی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ۱۷- ستمبر کو فوج حیدر آباد میں داخل ہو گئی۔ ۱۸- ستمبر کو جنرل جے این چودھری ملٹری گورنر اور جامعہ عثمانیہ کے چانسلر مقرر ہوئے۔ چند دن بعد وائس چانسلر کی دعوت پر جنرل جے این چودھری کیمپس آئے اور طلباء واساتذہ سے ملاقات کی۔ سقوط حیدر آباد کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے اکابرین کے دل میں اردو کے لیے کوئی نرم گوشہ نہ تھا۔ اسے جاگیر دارانہ نظام کی نشانی سمجھا گیا اور دفاتر سے نکالنے کی مہم شروع ہوئی۔ جامعہ عثمانیہ اور اکثر تعلیمی درس گاہوں سے اردو کو ختم کیا گیا جو زبان ۳۰، ۳۲سال سے آرٹس، سائنس، قانون، طب اور انجینئرنگ کی اعلی تعلیم کا ذریعہ بنی ہوئی تھی، اس کو ماہرین تعلیم سے کسی قسم کی مشاورت کے بغیر اس کے اعلیٰ منصب سے محروم کر دیا گیا۔ ملک میں اس وقت تک یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ کونسی زبان ہندوستان کی قومی زبان ہو گی؟ مجلس دستور ساز میں یہ موضوع زیر بحث تھا۔ حیدر آباد میں برسر اقتدار طبقہ اس فیصلہ کا انتظار کیے بغیر کسی صورت اردو سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چناں چہ درمیانی صورت یہ نکالی گئی کہ دیناگری اور اردو دانوں رسم الخط کے ساتھ گاندھی جی کی مجوزہ ہندوستانی زبان کو جون سنہ ۱۹۴۹ء سے جامعہ میں ذریعہ تعلیم کا موقف دے دیا جائے۔ دسمبر سنہ ۱۹۴۸ء کے بعد سے ڈیڑھ دو سال تک جامعہ ہنگامہ و غیر یقینی حالات سے دوچار رہی۔ ذریعہ تعلیم کے مسئلہ پر مختلف قسم کی کمیٹیاں بنتی رہیں اور نئی نئی تجاویز پیش ہوتی رہیں۔ لیکن منزل کا کسی کو پتا نہ تھا۔ اکثر اساتذہ عاجلانہ فیصلوں اور کام کے طریقہ کار

سے مطمئن نہ تھے۔ ہندی کو ملک کی قومی زبان بنانے کے فیصلے کے ساتھ ہی ہندوستانی زبان کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ ارباب جامعہ دو سال کے تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندی کو ذریعہ تعلیم بنانا ممکن نہیں۔ سابقہ فیصلے کی روشنی میں پروفیشنل کورسوں میں انگریزی ذریعۂ تعلیم کا زور و شور کے ساتھ آغاز ہو چکا تھا۔ آرٹس و سائنس کی فیکلٹیوں کے لیے بھی تعلیمی سال ۱۹۵۱-۵۲ء سے انگریزی ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اس طرح ایک ہندوستانی زبان کے ذریعہ تعلیم دینے والی ملک کی پہلی منفرد جامعہ کا کردار بدل دیا گیا۔

دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ نے ترجمہ کے میدان میں جس شجر کی آبیاری کی تھی اس کی شاخوں سے کئی اور تن آور درخت نکلے جو ایک لمبے عرصے سے علم و ادب کے میدان میں اپنی خدمات سر انجام دے ہیں۔ ان نامور اداروں میں درج ذیل نام شامل ہیں۔

۱۔ سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی گورنمنٹ کالج لاہور۔

۲۔ ادارہ تالیف و ترجمہ جامعہ لاہور۔

۳۔ ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی۔

۴۔ مقتدرہ قومی زبان۔

۵۔ اکادمی ادبیات۔

۶۔ مجلس ترقی ادب۔

اگرچہ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کو تو اردو تعصب کی بنا پر ختم تو کر دیا گیا مگر اس ادارے نے اردو زبان و ادب پر وہ انمنٹ گہرے نقوش اپنے پیچھے چھوڑے کہ جن کے مثبت اثرات اب تک جاری ہیں۔ بلاشبہ اردو زبان کے دامن کو وسعت دینے میں اس ادارے کا کردار کبھی نہیں بھلایا جا سکے گا.

حوالہ جات

۱۔ اردو وائس آف امریکہ ڈاٹ کام۔

۲۔ خالد ندیم، ۲۰۱۵، اصول تحقیق و تدوین، فاروق سنسز، لاہور، ص ۳۳۰

۳۔ مجید السلام، س۔ن، دار الترجمہ عثمانیہ کی علمی اور ادبی خدمات، ریختہ ڈاٹ کام۔

۴۔ خالد ندیم، ۲۰۱۵، اصول تحقیق و تدوین، فاروق سنسز، لاہور، ص ۳۳۳

۵۔ مجید بیدار، ۱۹۷۶، دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کی خدمات، اردو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، بھارت، ص ۲۸

۶۔ خالد ندیم، ۲۰۱۵، اصول تحقیق و تدوین، فاروق سنسز، لاہور، ص ۳۳۵